ہندوستان میں سوتی کپڑا صنعت کا اہم مرکز ممبئی تھا۔ جوٹ اور چائے صنعت کا اہم مرکز بنگال تھا۔ یہاں مزدوروں کی تعداد ہندوستان میں سب سے زیادہ تھی۔ ان کے رہنے اور کام کرنے کے حالات بہت دگرگوں تھے۔ وہ ایک دن میں پندرہ سولہ گھنٹے سے لے کر اٹھارہ گھنٹے تک کام کرتے تھے۔ وہاں فرصت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ان کے رہنے کی جگہ بھی اچھی نہیں ہوتی تھی۔ وہ کارخانوں کے بغل میں واقع چھوٹی چھوٹی جھگی جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ جہاں صفائی اور پانی کی کوئی سہولت دستیاب نہیں تھی۔

تصویر۔ 7 : کوئلہ کھدان میں کام کرتا مزدور

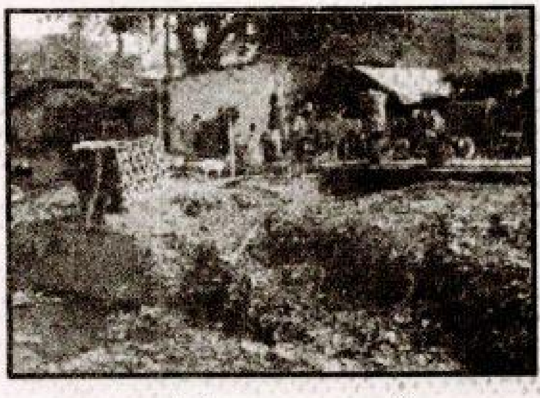

تصویر۔ 8 : مزدوروں کے مکانات

مزدوروں کو وقت پر مشاہرے کی ادائیگی نہیں ہوتی تھی اگر مشین خراب ہو جائے یا مال کم تیار ہو تو اس میں مزدوروں کی کوئی غلطی نہیں ہوتی تھی۔ پھر بھی اس کے عوض میں مالک ان کے مشاہرے سے کٹوتی کر لیتا تھا۔ اتنا ہی نہیں اگر مزدور کی طبیعت خراب ہو جاتی تھی تو اس کے علاج کا انتظام کرنا تو دور اس دن کام پر نہیں آنے کی وجہ سے اس کے مشاہرے میں کٹوتی کر لی جاتی تھی۔

کوئلہ کھدانوں کے مزدوروں کی حالت تو اور بھی دگرگوں تھی۔ جھریا اور گریڈیہہ کے کوئلہ کھدانوں کے مزدوروں کے کام کے گھنٹے صبح چھ بجے سے شام چھ بجے تک تھا۔ عورتیں اور بچے بھی زمین دوز کھانوں میں کام کرتے تھے۔ وہاں اکثر حادثات پیش آیا کرتے تھے۔ اگرچہ 1923ء کے بعد سرکار نے حادثہ بیمہ منصوبہ بندی کی شروعات کر دی تھی لیکن معاوضے کی رقم لینے کے لئے بہت پریشانی اٹھانی پڑتی تھی۔

اتنا ہی نہیں عورت، مرد اور بچوں کو گرمی میں 14 گھنٹوں تک اور جاڑا میں بارہ گھنٹوں تک کام کرنا پڑتا تھا۔ ایک طرف کام کا بوجھ ہوتا تھا تو دوسری طرف روزگار کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی تھی۔ ایسی حالت میں مزدوروں کے پاس تنظیم بنانے اور اپنے مطالبوں کو سرکار کے سامنے رکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ لیکن اس سے ان کی نوکری کے چلے جانے کا خطرہ تھا۔ 1880ء میں بجلی کے بلب لگ جانے سے کام کے گھنٹے میں اور اضافہ ہونے لگا۔ اس لئے مزدوروں نے اب صنعت کاروں کے خلاف جگہ جگہ پر مخالفانہ مظاہرے کرنا شروع کر دیئے۔ ان کے خاص ابتدائی معاملے تھے۔ کام کے گھنٹوں میں کمی، ہفتہ واری چھٹی اور کارخانوں میں کام کے دوران زخمی ہوئے مزدوروں کو معاوضہ ہندوستانی صنعت کاروں کو ان کے مطالبے مناسب نہیں لگے۔ کیونکہ کام کے گھنٹے کم ہونے سے پیداوار میں کمی ہو جاتی۔ مالکوں کا خرچ بڑھ جاتا اور کارخانوں میں بنے سامانوں کی قیمت بڑھ جاتی ایسی حالت میں انگلینڈ کے بنے سامان سستے اور ہندوستان میں بنی چیزیں مہنگی ہو جاتیں اور ہندوستانی صنعت کی ترقی سست پڑ جاتی۔

تصویر۔ 9 : مزدوروں کی زندگی

اس وقت انگلینڈ کے صنعت کاروں نے ہندوستانی مزدوروں کا ساتھ دیا اس لئے انگریزی سرکار نے 1884ء اور اس کے بعد کے وقت سے مزدوروں کی حالت میں سدھار کے لئے کئی اصول بنائے جس نے عورت اور مرد اور بچہ مزدوروں کے کام کرنے کے گھنٹے اور ان کی روزانہ مزدوری طے کی گئی۔ پھر بھی ابھی مزدوروں کی حالت خراب ہی بنی رہی۔ لازمی سہولیات حاصل کرنے کے لئے مزدوروں نے ہڑتال کرنا شروع کر دیا۔ 1920ء تک ملک بھر میں کئی ہڑتالیں ہوئیں۔ اس سے پورے ملک کے مزدوروں میں اتحاد کا جذبہ بھی آیا جس سے متاثر ہو کر 1920ء میں ہی مزدوروں نے آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس (AITUC) نام کی تنظیم بنائی جو مزدوروں کے مفاد کے تحفظ کرنے والی تنظیم بنی۔ آگے چل کر وہی مزدور ہندوستان کی تحریک

آزادی کو مضبوط بنانے میں معاون رہی۔ حصول آزادی کے بعد ہندوستانی حکومت نے ان کے لئے کم از کم مزدور قانون بنا کر مزدوری کی شرح کو متعین کیا اور ان کی حالت میں اصلاح لانے کے لئے کوشاں رہی۔

آزادی کے بعد ہندوستانی سرکار ہندوستان میں دستکاری اور صنعت کے فروغ کے لئے برابر کوشاں رہی اور ایک صنعتی پالیسی بنائی گئی جس کے ذریعہ گھریلو صنعت کو حوصلہ دینے کے لئے کارگر قدم اٹھائے گئے۔

## مشق

### آیئے پھر سے یاد کریں :

1. صحیح متبادل کو چنئے :

(i) اٹھارہویں صدی میں ہندوستان کی خاص صنعت درج ذیل میں کون تھی؟

(الف) کپڑے کی صنعت (ب) کوئلہ کی صنعت (ج) لوہا صنعت (د) جوٹ صنعت

(ii) فیڈریشن آف انڈیا چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FICCI) کا قیام کب ہوا؟

(الف) 1920ء میں (ب) 1927ء میں (ج) 1938ء میں (د) 1948ء میں

(iii) جوٹ صنعت کا خاص مرکز کہاں تھا؟

(الف) گجرات (ب) آندھر پردیش (ج) بنگال (د) مہاراشٹر

(iv) 1818ء میں انگریز حکومت نے کس مقصد سے مزدوروں کے لئے قانون بنائے؟

(الف) مزدوروں کی حالت میں اصلاح کے لئے

(ب) زیادہ پیداوار کے لئے

(ج) انتظامی سہولت کے لئے

(د) اپنے معاشی فائدے کے لئے

(v) آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس (AITUC) کا قیام کب ہوا؟

(الف) 1918ء میں (ب) 1920ء میں (ج) 1938ء میں (د) 1947ء میں

آیئے اس کا صحیح جوڑا لگائیں :

| | |
|---|---|
| (الف) جوٹ صنعت | (الف) لکھنؤ |
| (ب) اونی کپڑے کی صنعت | (ب) بنگال |
| (ج) جامدانی بنائی | (ج) چمپارن |
| (د) لوہا صنعت | (د) کشمیر |
| (ہ) نیل بگان صنعت | (ہ) جمشید پور |

آیئے غور کریں :

(i) کیلیکو قانون کے مقاصد کیا تھے؟

(ii) آزاد تجارتی پالیسی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(iii) ہندوستانی صنعت کاروں میں ہندوستان میں صنعت کے قیام کی راہ میں کیا کیا رکاوٹیں تھیں؟

(iv) مزدوروں کے مفاد میں پہلی بار کب قانون بنایا گیا؟ ان قانونوں کا مزدوروں پر کیا اثر پڑا؟

آیئے کر کے دیکھیں :

(i) اٹھارہویں صدی کے ہندوستان کے نقشے کو دیکھ کر بتائیں کہ کون سا صوبہ سوتی کپڑا صنعت کا سب سے بڑا مرکز تھا؟

(ii) اس سبق کی بنیاد پر یہ بتائیں کہ مزدوروں کو اپنے اختیارات کو حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

باب۔6

# انگریزی حکومت کے خلاف جدوجہد

## (1857ء کی بغاوت)

پچھلے اسباق میں آپ نے یہ جانا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا قیام کیسے ہوا اور اس نے ہندوستانی نظام حکومت میں کیا تبدیلیاں کیں۔ اور یہ بھی آپ نے دیکھا کہ ان تبدیلیوں کا لوگوں کی زندگی پر کیا اثر پڑا۔ انگریزی حکومت کے کام کاج سے ہندوستان کی سماجی زندگی کا شاید ہی کوئی حصہ ایسا رہا ہو جس میں تبدیلی نہیں آئی ہو۔ زمیندار، نواب، بادشاہ، کسان، تاجر، دستکار، بنکر، مالدار سبھی لوگوں کی زندگی ٹھہری گئی تھی۔ کئی بادشاہوں کے ملک بھی چھن گئے۔ زمینداروں اور نوابوں کی زمینداریاں نیلام ہوگئیں۔ کسانوں کی حالت مزید قابل رحم ہوگئی۔ یہاں تک کہ فنکاروں اور بنکروں کا تو کام ہی بند ہوگیا۔ تاجروں کو آزادی سے تجارت کرنے کی اجازت نہیں تھی اور مالدار لوگ تجارت اور چھوٹے موٹے کاروبار میں جو پیسے لگا کر نفع کماتے تھے وہ بھی بند ہوگیا۔ یہ تمام آپ نے پچھلے اسباق میں پڑھ چکے ہیں۔

انگریزی سرکار سے ناخوش یہ سبھی لوگ الگ الگ جگہوں پر الگ الگ طریقوں سے انگریزی حکومت کی مخالفت کررہے تھے۔ مگر ان کی مخالفت میں اتحاد نہیں تھا۔ چھوٹے علاقوں تک محدود ان کی تحریک سرکار کے ذریعہ بڑی آسانی سے دبا دی جاتی تھی۔

پھر 58-1857ء میں ایسی کیا بات ہوئی کہ انہیں سب لوگوں نے مل کر انگریزی حکومت کے خلاف ایک بڑی تحریک شروع کردی؟ آپ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ کوئی بھی حکومت خود کو مستحکم رکھنے کے لئے پولس اور فوج رکھتی ہے۔ آج بھی آپ یہ دیکھتے ہیں۔ تصور کریں کہ یہی فوج اور پولس حکومت کی خلاف ورزی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟ سرکار مصیبتوں میں مبتلا ہوجائے

گی۔ 1857ء میں انگریزی حکومت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ انگریزی حکومت کی فوج میں شامل ہندوستانی فوجیوں کی ایک بڑی تعداد نے حکومت کے مخالفت کی ابتدا کردی۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ سالہا سال تک ان کے ساتھ کام کرنے والے ہندوستانی فوجیوں نے ایسا کیوں کیا؟ تو یقینی طور سے ان فوجیوں کے ساتھ بھی کچھ ایسی بات ضرور رہی ہوگی جس نے انہیں بغاوت کرنے کے لئے ابھارا۔ آیئے اب ان کے اسباب کو جاننے کی کوشش کریں۔

**ہندوستانی فوجیوں کی شکایتیں :**

انگریزوں نے ہندوستان میں اپنا قبضہ ہندوستانی فوجیوں کی مدد سے ہی قائم کیا تھا۔ جیسے جیسے پرانے ہندوستانی ملک سے ختم ہوتے گئے ان ممالک کے لئے کام کرنے والے فوجی بھی بے روزگار ہوگئے۔ اس حالت میں انہوں نے انگریزی حکومت میں نوکری کرلی۔ ان کے لئے یہ اہمیت نہیں تھی کہ بادشاہ کون ہے انہیں تو سبھوں کے لئے لڑائی ہی لڑائی کرنی تھی اور اس کے عوض انہیں تنخواہ ملتی تھی۔ ان کے لئے اپنا اور اپنے خاندان کی بسر اوقات ضروری تھا۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی افواج میں ہندوستانیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

انگریزوں کی فوج میں ملازمت کرنے والے ہندوستانی سپاہی خوش نہیں تھے۔ انہیں انگریز فوجیوں کے مقابلے میں بہت کم تنخواہ ملتی تھی جبکہ کام وہ لوگ برابر ہی کرتے تھے۔ انگریزی فوج میں ایک ہندوستانی پیدل سپاہی کو سات روپے اور گھوڑسوار سپاہی کو 27 روپے ملتے تھے۔ دوسرے ہندوستانی سپاہی چاہے کتنا بھی اچھا کام کرے انہیں حولدار یا صوبیدار سے اونچا عہدہ نہیں دیا جاتا تھا۔ یہ دونوں عہدے کافی چھوٹے ہوتے تھے۔ فوج کے سبھی بڑے عہدے انگریزوں کے لئے مخصوص ہوتے تھے۔ فوج کے لئے بنائے گئے قوانین سے بھی وہ لوگ خفا تھے۔ نئے قانون کے مطابق ہندوستانی فوجیوں کو دوسرے ملکوں کے ساتھ ہونے والی جنگوں کے لئے سمندر پار بھی جانا ہوگا اس طرح کا اصول بنایا گیا۔ یہ قانون 1856ء میں بنا تھا۔ ہندو مذہب میں اس وقت سمندر پار کرکے دوسرے ملکوں میں جانا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ انگریز حاکم اور سپاہی ہندوستانی فوجیوں کے ساتھ بہت ذلت آمیز سلوک کرتے تھے۔

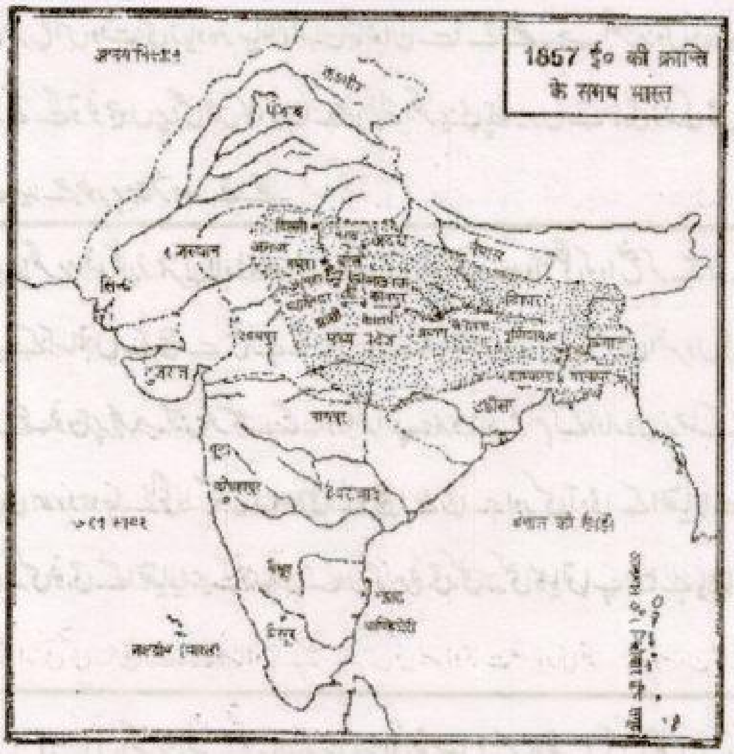


## 1857 کا انقلاب

| انقلاب کے ہندوستانی قائد بغاوت کے | عہد بغاوت کو دبانے کا | مرکز | برٹش لیڈر بغاوت دبانے کے لئے | عہد بغاوت دبانے کے لئے |
|---|---|---|---|---|
| بہادر شاہ ظفر اور ظفر بخت خان | 11، 12 مئی 1857ء | دلی | نکولسن ہڈسن | 21 ستمبر 1857ء |
| فوجی قیادت | | | | |
| ناناصاحب اور تانیا ٹوپے | 5 جون 1857ء | کانپور | کیمپ ویل | 6 ستمبر 1857ء |
| بیگم حضرت محل | 4 جون 1857ء | لکھنؤ | کیمپ ویل | مارچ 1858ء |
| رانی لچھمی بائی اور تانیا ٹوپے | جون 1857ء | جھانسی، گوالیار | جھوروز | 3 اپریل 1858ء |
| لیاقت علی | 1857ء | الہ آباد، بنارس | کرنل نیل | 1858ء |
| کنور سنگھ | اگست 1857ء | جگدیش پور (بہار) | ولیم ٹیلر بجر بسنت آیر | 1858ء |
| خان بہادر خاں | 1857ء | بریلی | | 1858ء |
| مولوی احمد اللہ | 1857ء | فیض آباد | | 1858ء |
| عظیم اللہ | 1857ء | فتح پور | جنرل ریڈ | 1858ء |

آج ہی کی طرح اس وقت بھی زیادہ تر سپاہی کسان خاندان سے آتے تھے۔ جب انگریزوں کی نئی زمینی نظام حکومت سے کسان برباد ہونے لگے تو فوجیوں پر بھی اس کا اثر پڑا۔ اس لئے انگریزی پالیسیوں سے سماجی زندگی میں جو تبدیلیاں آرہی تھیں، فوجی اس سے سیدھے طور پر متاثر ہو رہے تھے۔

1856ء میں ایک انگریز افسر گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی سے فوج کی معاشرہ سے وابستگی کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہماری فوج ملک کے کسانوں کے بیچ سے بنی ہے۔ کسانوں کے کچھ اختیارات ہیں۔ اگر ان افسروں کی بربادی ہوئی تو ہم زیادہ دنوں تک فوج پر بھروسہ نہیں کرسکیں گے۔ اور اگر آپ ہندوستانی عوام کے اداروں پر حملہ کریں گے تو فوج ہندوستانی عوام کی ہمدرد ہوجائے گی۔ کیوں کہ وہ اسی کے بیچ سے بنی ہے اور کسی آدمی کے اختیارات کی بربادی کا مطلب ہے کسی نہ کسی فوجی کے اختیارات کی بربادی۔ کیوں کہ ہر فوجی کسی نہ کسی کا یا تو باپ ہوتا ہے یا بیٹا یا بھائی یا دور کا کوئی رشتہ دار۔

**سرگرمیاں : آپ اس انگریز افسر کے بیان کو ہندوستانی فوجیوں کے تناظر میں کس شکل میں دیکھتے ہیں؟**

اسی دور میں ان فوجیوں کے سامنے ایک بڑا مسئلہ آیا۔ یہ مسئلہ نئے قسم کی انفیلڈ رائفلوں سے پیدا ہوا اس رائفل کے جو کارتوس ہوتے تھے اس پر کاغذ کا ایک موٹا خول چڑھا ہوتا تھا۔ خول بنانے میں گائے، خنزیر اور دیگر جانوروں کی چربی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ کارتوس میں بھرنے سے پہلے خول کو دانت سے کاٹ کر مٹانا پڑتا تھا (اسے آپ تصویر میں دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں)۔ اس بات نے ہندو اور مسلمان دونوں فوجیوں کو مشتعل کردیا۔ آپ جانتے ہیں کہ گائے ہندوؤں کے لئے مقدس ہے جبکہ خنزیر مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ فوجیوں کو ایسا لگا کہ اگر وہ دانتوں سے کارتوس کے خول کو کاٹتے ہیں تو ان کا مذہب برباد ہوجائے گا۔ حالانکہ ان رائفلوں کو برٹش حکومت اپنی فوجی صلاحیت بڑھانے کے لئے لائی تھی۔ لیکن ہندوستانی فوجیوں کو ایسا یقین ہوگیا کہ یہ رائفل اور کارتوس ان کے مذہب کو ختم کرنے کے لئے لائے گئے ہیں۔ فوجی دیگر وجوہات کی بنا پہلے ہی سے ناراض تھے۔ اس بات نے انہیں ایک دم سے بھڑکا دیا۔

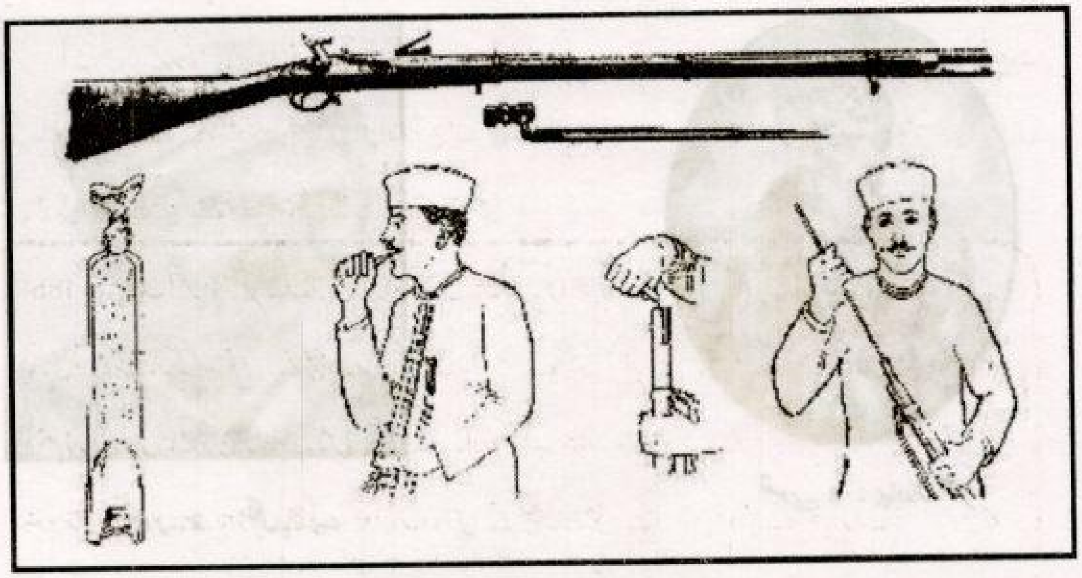

تصویر۔ 1 : انفیلڈ رائفل اوراس میں کارتوس بھرتا ہوا فوجی

**بغاوت کی ابتدا :** مارچ 1857ء میں بیرک پور چھاؤنی کے ایک جوان سپاہی منگل پانڈے نے نئے کارتوس اور رائفل کو لینے سے انکار کردیا۔ دباؤ ڈالنے پر اس نے اپنے آفیسر پر حملہ کردیا۔ اسے گرفتار کر کے فوراً پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد میرٹھ چھاؤنی کے 90 فوجیوں نے بھی ایسا ہی کیا انہیں بھی گرفتار کرلیا گیا اور دس سالوں کی سزا سنائی گئی۔ اس واقعہ نے اس چھاؤنی کے تمام ہندوستانی فوجیوں کو بھڑکا دیا۔ 10 مئی 1857ء کو انہوں نے پوری چھاؤنی میں بغاوت کردی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو چھڑایا اور ان کے حمایتیوں کے ساتھ لوٹ پاٹ کیا۔ فوجیوں نے سرکاری خزانے کو بھی اپنا نشانہ بنایا۔ پھر وہ دلی کی طرف نکل گئے۔ دلی پہنچ کر انہوں نے شہر میں لوٹ پاٹ کرتے ہوئے برٹش حکومت کے انتظامی مراکز کو برباد کردیا۔ پورے شہر میں طوائف الملو کی کی حالت بن گئی اور دلی شہر انگریزوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ ان باغی سپاہیوں نے مغل بادشاہ کو اپنا قائد اعلان کردیا اور برٹش حکومت کے خلاف انہیں کی ہدایت پر جدوجہد جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ فوجیوں کے اس کام میں خاص بات یہ رہی کہ میرٹھ اور دلی دونوں شہروں میں شہری لوگوں کا ایک بڑا طبقہ ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

تصویر۔ 2 : منگل پانڈے

تصویر۔ 3 : بہادر شاہ ظفر

**سرگرمیاں : باغی فوجیوں نے مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کو اپنا قائد کیوں منتخب کیا ہوگا؟**

بغاوت پھیلنے لگی : جیسے جیسے دیگر فوجی چھاؤنیوں اور زمینداروں، کسانوں اور شہریوں کو میرٹھ اور دلی کے واقعات کا پتا چلا تو وہ لوگ بھی برٹش حکومت کی مخالفت میں متحرک ہونے لگے۔ یہ خبر کہ دلی پر سے انگریزوں کا قبضہ ختم ہوگیا ہے اور مغل شہنشاہ نے بھی ہندوستانی فوجیوں کو اپنی حمایت دے دی ہے برٹش حکومت سے ناراض تمام لوگوں کو یہ ایک اچھا موقع نظر آیا۔ زیادہ تر ناراض راجاؤں، نوابوں اور زمینداروں نے یہ محسوس کیا کہ اگر ہندوستان میں پھر سے مغل بادشاہ کی حکومت آجائے گی تو وہ پہلے کی طرح بے فکر ہو کر اپنا کام کر سکیں گے۔ اس لئے اگلے چند مہینوں میں تقریباً پورے شمالی ہند میں برٹش حکومت کی مخالفت شروع ہوگئی (اسے آپ تصویر۔1 میں دیکھ سکتے ہیں)۔ ہر جگہ فوجیوں نے بغاوت شروع کردی اور لوگوں نے اس کی حمایت کی۔ ان بغاوتوں کی قیادت تو زمیندار یا نواب کر رہے تھے یا پھر ویسے راجا جن کی حکومت انگریزوں نے چھین لی تھی۔ دلی کے بعد کانپور، لکھنؤ، جھانسی اور آرا وغیرہ مقامات پر باغیوں نے برٹش حکومت کو تقریباً ختم کردیا تھا۔ کانپور میں مراٹھوں کے آخری پیشوا باجی راؤ دوم (درجہ سات میں آپ نے ان کے بارے میں پڑھ چکے ہیں) کے متبنیٰ بیٹا نانا صاحب نے اس کی قیادت کی۔ انگریزوں نے انہیں ملنے والی پنشن کو بند کردیا تھا۔ ان کے اہم ترین معاون تانتیا ٹوپے اور احمد اللہ تھے۔ لکھنؤ میں

بیگم حضرت محل جن کی حکومت اودھ کو انگریزوں نے غصب کرلیا تھا (دیکھیں سبق۔2) وہ بغاوت کی قیادت کررہی تھیں۔ان کی حمایت یہاں کے کسانوں نے بڑے پیانے پر کی۔ بغاوت کا ایک اور بڑا مرکز جھانسی تھا۔وہاں کی رانی لکشمی بائی نے باغی فوجیوں کے ساتھ مل کر برٹش حکومت سے سخت مقابلہ کیا۔ان کی حکومت کو بھی انگریزی حکومت نے چھین لیا تھا۔

تصویر۔ 4 : ناناصاحب

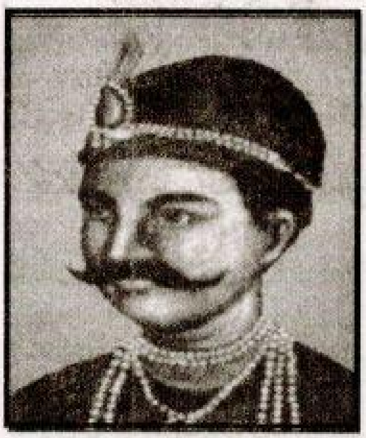

تصویر۔ 5 : تاتیاٹوپے

تصویر۔ 6 : رانی لکشمی بائی

تصویر۔ 7 : بیگم حضرت محل

فیض آباد میں مولوی احمد اللہ شاہ نے لوگوں کی ایک بڑی فوج جمع کرلی تھی۔ اور وہ بیگم حضرت محل کے لئے لڑے۔ بریلی میں سپاہی بخت خان نے بھی ایک فوج تیار کی اور مغل شہنشاہ کی مدد کے لئے دلی پہنچ گئے۔ بغاوت کے پھیلنے اور انگریزوں کی جگہ جگہ شکست سے لوگ جوش میں تھے اور لگاتار فوجیوں کی حمایت کررہے تھے۔ انہیں لگا کہ ہندوستان سے اب غیرملکی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا۔اب تک لوگوں کو یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ ان کی پریشانیوں کی خاص وجہ یہ غیرملکی سرکار ہی تھی۔

## 1857 کی بغاوت اور بہار :

آپ بابو ویر کنور سنگھ کے نام سے ضرور واقف ہوں گے۔ ان کی یوم پیدائش پر آپ کے اسکول میں چھٹی بھی رہتی ہے۔ اپنے صوبہ بہار کے آس پاس کے علاقے میں 1857ء میں ہوئی بغاوت کے وہ خاص لیڈر تھے۔ اس لئے آج تک ہم ان کو یاد کرتے ہیں۔ کنور سنگھ آرا کے پاس واقع جگدیش پور کے زمیندار تھے۔ لیکن ان کی زمینداری انگریزوں نے چھین لی تھی۔ بغاوت کا منصوبہ بنانے میں تو وہ شامل نہیں تھے لیکن جیسے ہی داناپور چھاؤنی کے فوجیوں نے بغاوت کی اور آرا کی طرف بڑھے کنور سنگھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان سے مل گئے اور ان کی قیادت سنبھال لی۔ اصل میں اس بغاوت کے پہلے سے ہی بہار میں وہابی تحریک کی شکل میں انگریزی حکومت کو چیلنج مل رہا تھا۔ وہابی تحریک کے خاص لیڈر پٹنہ کے دو معزز مولوی ولایت علی اور عنایت علی تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے انگریزی حکومت کی ہر سطح پر مخالفت کی تھی۔ پٹنہ شہر اور دیگر مقامات پر ان کے حمایتیوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ اس لئے جیسے ہی انگریزوں کو فوجیوں کی بغاوت کی خبر ملی وہ پٹنہ شہر کو بچانے کے لئے متحرک ہو گئے۔ وہابی لیڈروں کو گرفتار کر کے شہر میں سخت قانون نافذ کر دیا۔ اس لئے ممکن ہے کہ داناپور باغی فوجی پٹنہ کے نزدیک ہونے کے باوجود آرا کی طرف چلے گئے۔ اس وقت کے تین اہم وہابی لیڈر محمد حسین، احمد اللہ اور واعظ الحق کو انگریزوں نے دھوکے سے گرفتار کر لیا۔ لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ اس مخالفت کے لیڈر پیر علی کو انگریزوں نے گرفتار کر کے ان کے ساتھیوں کے ساتھ ان کو بھی پھانسی دے دی۔ اس طرح کی سخت کاروائی سے پٹنہ بغاوت سے تقریباً پرامن رہا۔

**سرگرمیاں :** کنور سنگھ کی زندگی کی کون سی بات آپ کو اچھی لگی؟ بتائیں۔

> **وہابی تحریک :** مسلمانوں کے سماجی اور مذہبی حالت میں تبدیلی کے لئے عرب میں عبدالوہاب کے ذریعہ یہ تحریک شروع ہوئی۔ انہیں کے نام پر اس تحریک کا نام وہابی تحریک پڑا۔ ہندوستان میں یہ بریلی کے سید احمد کے ذریعہ شروع ہوئی اور پٹنہ اس کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں کے ایک روایتی مذہب پرست اور دانشور مسلم خاندان کی سرپرستی میں یہ تحریک کافی موثر

ہوئی۔ اس کے دو خاص قائد ولایت علی اور عنایت علی حقیقی بھائی تھے۔ گرچہ یہ مذہبی اور سماجی اصلاحی تحریک تھی لیکن آگے چل کر اس تحریک کا خاص مقصد انگریزی حکومت کو ہندوستان سے ختم کرنا ہو گیا تھا۔ اس کے لئے ان دونوں بھائیوں نے فوجی کوششیں بھی کی تھیں۔ یہ تحریک 1822ء سے 1868ء تک سرگرم رہی۔

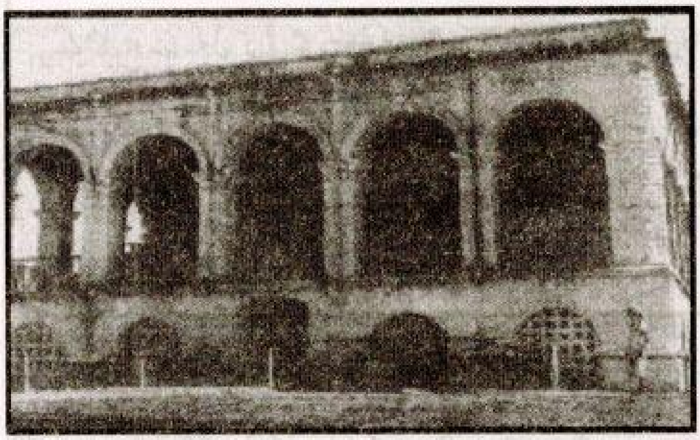

تصویر۔ 9 : کنور سنگھ کا آبائی مکان

تصویر۔ 8 : کنور سنگھ

کنور سنگھ نے داناپور فوجی چھاؤنی کے فوجیوں کی مدد سے آرا شہر سے انگریزی قبضہ کو ختم کر دیا اور وہاں کچھ دنوں کے لئے اپنی حکومت بھی چلائی۔ ان کی بغاوت کا اثر بہار سے منسلک یوپی کے علاقوں پر بھی رہا۔ انہوں نے وہاں بنارس، جونپور، اعظم گڑھ اور بلیا وغیرہ علاقوں کا سفر کیا اور انگریزی حکومت کو ختم کرنے کے لئے زمینداروں اور کسانوں کو اکسایا۔ انگریزی حکومت نے اس وقت ان کی گرفتاری کے لئے پچیس ہزار روپے کا انعام کا اعلان کیا۔ انگریزی حکومت سے ٹکراؤ کے سلسلہ میں ہی زخمی ہونے کے کئی دنوں کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ ان کی موت کے بعد ان کے بھائی امر سنگھ کے ذریعہ چھاپہ مار جنگی طریقہ (چھپ کر حملہ کرنا) سے انگریزی حکومت کو کافی پریشان کیا گیا۔ آخر کار وہ بھی گرفتار کر لئے گئے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا اور اسی دوران ان کی وفات ہو گئی۔

چشم دید غدر (جھانسی میں انگریزوں کے مظالم کا بیان) ماںجھا کی روانگی سے

ادھر چاروں طرف سے پھاٹکوں سے گورے اندر آ گئے اور قتل عام شروع کر دیا۔ پانچ سال سے اسّی سال کا جو مرد نظر آیا اسے گولی یا تلوار سے مار دیا۔ شہر کے ایک حصہ میں آگ لگا دی۔ اس وقت شہر میں ایسی دہشت پھیلی جس کی انتہا نہیں تھی۔ خوف سے پریشان لوگ حماقت سے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ بھاگتے ہوئے میں بہت سارے گولیوں کے شکار ہوئے۔ کوئی کسی گلی میں لپکا تو کوئی گھر کے تہہ خانہ میں بھاگا۔ کوئی داڑھی مونچھ صاف کر کے عورت کا بھیس بدل کر بیٹھ گیا تو کوئی کھیتوں میں جا چھپا۔ اس طرح اپنی جان بچانے کے لئے جس کو جو نظر آیا اس نے وہی کیا۔ گورے لوگ گھروں میں گھس کر لوگوں کو مارنے اور ان کی دولت کو لوٹنے لگے۔ جو اپنی مرضی سے اپنی دولت دے رہے تھے اسے وہ چھوڑ دیتے تھے۔

باغی کیا چاہتے تھے۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ بغاوت میں شامل راجاؤں اور زمین داروں کو اس بغاوت سے کیا فائدہ ہونے والا تھا؟ ہم نے پہلے دیکھا ہے کہ وہ حکومت سے ناراض تھے اور اس بغاوت کے ذریعہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت واپس چاہتے تھے۔ 25 اگست 1857ء کو باغیوں کے ذریعہ جاری کئے گئے ایک اعلان نامہ جسے اعظم گڑھ اعلانیہ کے نام سے جانا جاتا ہے، سے ہمیں اس باغیوں کے مقاصد کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس اعلانیہ میں زمینداروں کو یہ کہا گیا کہ ان کی زمین چھینی نہیں جائے گی اور اپنے علاقے میں ان کی حکومت پہلے کی طرح بنی رہے گی۔ تاجروں کو تمام سامانوں کے تجارت کی آزادی ہوگی۔ سرکاری نوکری کرنے والے ہندوستانیوں سے کہا گیا کہ انہیں حکومت میں اونچا عہدہ دیا جائے گا اور ان کے ساتھ کوئی تفریق نہیں ہوگی۔ پنڈتوں اور مولویوں کو مذہب کی حفاظت کرنے

یہ حصہ (ماںجھا روانگی) نام کی کتاب کا ہے۔ اس کے مصنف مہاراشٹر کے ایک برہمن وشنو بھٹ گوڈسے ہیں۔ اس وقت وہ جھانسی کے علاقے میں للشمی بائی کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس عہد کا بیان اپنے گھر پہنچ کر سنایا۔ گھر سے وہ متھرا کے ایک یگیہ میں حصہ لینے آئے تھے۔ اسی وقت بغاوت ہوگئی۔ اس کے متعلق تفصیلی بیانات اس کتاب میں شامل ہیں۔ یہاں اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دیا گیا ہے۔

کے لئے ساتھ دینے کو کہا گیا۔ بنکروں اور دستکاروں کو بھی سرکاری مدد کا بھروسہ دیا گیا۔

اس اعلانیہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ جو طبقہ انگریزی حکومت کی پالیسیوں سے زیادہ متاثر تھا انہیں بغاوت کی کامیابی کے بعد پہلے کی حالت میں لانے کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ باغیوں نے بغاوت کے دوران جن تھوڑے دنوں تک الگ الگ مقامات پر حکومت کی۔ اس میں انہوں نے انگریزوں کے پہلے کے مغل عہد کے نظام کو ہی اپنایا۔

**بغاوت کو دبا دیا گیا :** آپ سوچ رہے ہوں گے کہ جب ہندوستانی باغی انگریزی حکومت ختم کرنے پر تلے تھے۔ انگریزوں کو مارا کاٹا جارہا تھا ان کی جائیدادیں لوٹی جارہی تھیں تو انگریز سرکار اور ان کی فوج کیا کر رہی تھی۔ اپنی حکومت اور اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے اس نے بھی ضرور کچھ کیا ہوگا وہ ہندوستان سے اپنی حکومت کو ایسے ہی تو نہیں ختم ہونے دیتے۔ ہندوستان پر قبضہ سے انگریزوں کو ہونے والے منافع کے بارے میں تو آپ جان ہی چکے ہیں۔ انہیں دوبارہ اپنی حکومت کو ہندوستان میں قائم کرنے میں دو سال لگ گئے۔ انہوں نے انگلینڈ سے مزید فوج منگوائی۔ انہوں نے سب سے پہلے دلی کو اپنے قبضہ میں لیا۔ مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کو ان کے بیٹوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے بیٹوں کو ان کے سامنے ہی گولی مار دی گئی اور بادشاہ کو رنگون بھیج دیا گیا۔ جہاں 1862ء میں ان کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد لکھنؤ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا گیا۔ بیگم حضرت محل گرفتاری سے بچنے کے لئے نیپال چلی گئیں۔ س کے بعد کانپور کو بھی انگریزوں نے جیت لیا۔ نانا صاحب بھی نیپال چلے گئے۔ جھانسی کی رانی جنگ کرتی ہوئی شہید ہوگئیں۔ تانتیا ٹوپے چھپ کر آدیباسیوں کی مدد سے انگریزوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ ( گوریلا جنگ ) کرتے رہے۔ لیکن ایک زمیندار کے دھوکے کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے۔ انہیں پھانسی دے دی گئی۔ کنور سنگھ اور امر سنگھ کے ساتھ کیا ہوا؟ اسے آپ پہلے ہی جان چکے ہیں۔ آرا اور آس پاس کے علاقوں پر قبضہ قائم کر لیا گیا اور ان کے خاندانی گھر کو منہدم کر دیا گیا۔ باغیوں کو جلد سزا دینے کے لئے قانون بنایا گیا جس کے تحت انہیں پھانسی دینے کے علاوہ توپ سے اڑا دینے جیسی سزا دی گئی۔

سرگرمیاں : سوچیں، انگریزوں نے سب سے پہلے دلی پر ہی قبضہ کیوں جمایا؟

ہندوستانی باغیوں کے پاس انگریزوں کے اچانک حملوں کا کوئی دفاع نہیں تھا۔ ان کے پاس اس قدر دولت بھی نہیں تھی۔ زمین دار جو قیادت کر رہے تھے وہ تو پہلے ہی برباد ہو چکے تھے۔ وہ کہاں سے مدد کرتے۔ انگریزی فوجیوں کی بہ نسبت ان کے پاس اسلحے بھی کم اور کمزور تھے جو ہتھیار اور گولہ بارود اور کارتوس فوجیوں سے لوٹے تھے وہ ختم ہو چکے تھے۔ اسے بنانے یا حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس لئے ہندوستانی اب روایتی اسلحوں (تلوار، بھالا) سے

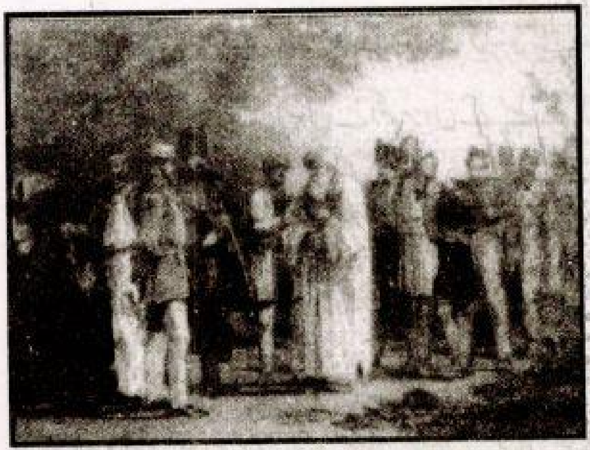

تصویر۔ 10 : گرفتار بہادر شاہ اور ان کے بیٹے

لڑنے لگے۔ آپ سوچ کر دیکھیں کہاں بندوق اور کہاں تلوار۔ بندوق کی جیت تو ہونی ہی تھی۔ جیسے جیسے لوگوں نے اپنے لیڈروں کی ہار کے بارے میں جانا انہوں نے بھی اپنے کو ان سے الگ کر لیا۔ ہندوستانی لوگ اچانک ہی اس بغاوت کا حصہ بن گئے تھے۔ ان کے پاس پہلے سے کوئی منصوبہ نہیں تھا جو بھی ہوا تھا اچانک ہوا تھا۔ دوسری بات تھی کہ یہ بغاوت پورے ہندوستان میں نہیں پھیلی۔ جنوبی، مغربی ہندوستان اس سے محفوظ رہا۔ اس کے علاوہ تمام ہندوستانی فوجیوں نے انگریزوں کی مخالفت بھی نہیں کی۔ انہیں وجوہات سے ہندوستان میں انگریز ایک بار پھر سے اپنی حکومت کو قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

**بغاوت کے بعد کے سال :** بغاوت کو کچلنے کے بعد ہندوستان میں انگریزی حکومت کے ڈھانچے اور شکل وصورت میں کافی تبدیلی کی گئی۔ 1858ء میں برٹش پارلیامنٹ نے قانون پاس کرتے ہوئے ہندوستان سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر کے اسے براہ راست سلطنت برطانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ ہندوستان کا اہم حکمراں برٹش سرکار کے ایک وزیر کو بنایا گیا۔ جسے ہندوستان کا سکریٹری کہا گیا۔ ہندوستان کے تمام حکمرانوں کو یقین دہانی کرائی گئی کہ مستقبل میں ان کی حکومتوں کو ان سے

چھینا نہیں جائے گا۔ فوجی ڈھانچے میں تبدیلی کرتے ہوئے یورپی فوجیوں کی تعداد بڑھائی گئی۔ ان کا تناسب اب 2:5 کا ہو گیا یعنی ہر ایک پانچ ہندوستانی فوجیوں پر دو گورے سپاہیوں کو لگایا گیا اور یہ بھی طے کیا گیا کہ اودھ، بہار، وسطی ہند اور جنوبی ہند سے سپاہیوں کی بحالی کی جگہ گورکھا، سکھ اور پٹھان کو زیادہ تعداد میں بحال کیا جائے۔ ان تین جماعتوں کے فوجیوں نے بغاوت کو دبانے میں کمپنی کو کافی مدد کی تھی۔ اسی وقت انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ ہندوستانیوں کی مذہبی اور سماجی زندگی میں چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔

اس طرح بغاوت کے بعد ہندوستانی حکومت کی شکل میں جو تبدیلی ہوئی اس کے نتائج کافی دوررس ثابت ہوئے۔ ہندوستان کے سیاسی حلقے میں اس کے بعد تبدیلی کا آغاز ہوا۔ اس کے بارے میں آگے کے اسباق میں پڑھیں گے۔

## مشق

**آیئے پھر سے یاد کریں :**

1. **صحیح متبادل کو چنئے :**

(i) 1857ء کی بغاوت کہاں سے شروع ہوئی؟

(الف) میرٹھ (ب) دلی (ج) جھانسی (د) کانپور

(ii) منگل پانڈے کس چھاؤنی کے جوان سپاہی تھے؟

(الف) داناپور (ب) لکھنؤ (ج) میرٹھ (د) بیرک پور

(iii) جھانسی میں بغاوت کی قیادت کس نے کی؟

(الف) کنور سنگھ (ب) ناناصاحب (ج) چھبی بائی (د) بیگم حضرت محل

(iv) کنور سنگھ کہاں کے زمیندار تھے؟

(الف) آرا (ب) جگدیش پور (ج) دربھنگہ (د) ٹکاری

(v) وہابی تحریک کی قیادت بہار میں کس نے کی تھی؟

(الف) پیر علی　　(ب) ولایت علی　　(ج) احمد اللہ　　(د) واعظ الحق

2. درج ذیل کے جوڑے بنائیں :

| | |
|---|---|
| (الف) جگدیش پور | (الف) نانا صاحب |
| (ب) کانپور | (ب) کنور سنگھ |
| (ج) دلی | (ج) وشنو بھٹ گوڑسے |
| (د) لکھنؤ | (د) بہادر شاہ ظفر |
| (ہ) مانجھا پرساد | (ہ) بیگم حضرت محل |

آیئے غور کریں :

(i) زمیندار انگریزی حکومت کی مخالفت کیوں کر رہے تھے؟

(ii) فوجیوں میں ناراضگی کے کیا اسباب تھے؟

(iii) بہادر شاہ ظفر کی حمایت سے کیا اثر پڑا؟

(iv) بغاوت کو دبانے میں انگریز کیوں کامیاب رہے؟

(v) 1857ء کی بغاوت میں کنور سنگھ کی کیا خدمات رہیں؟

(vi) باغیوں کے مقاصد اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(vii) بغاوت کے بعد انگریزی حکومت کی شکل میں کیا تبدیلی آئی؟

آیئے کر کے دیکھیں :

(i) بغاوت کے وقت اگر آپ ہوتے تو انگریزی حکومت کی مخالفت کس طرح سے کرتے؟ اپنے ساتھیوں سے مذاکرہ کریں۔

(ii) 1857ء کی بغاوت کی اہمیت پر استاد کے تعاون سے درجہ میں مذاکرہ کریں۔

S.S.A. 2015-16 (FREE)

باب ۔ 7

# برٹش حکومت اور تعلیم

گذشتہ چند ابواب میں آپ جان چکے ہیں کہ انگریزی حکومت کی وجہ سے ہندوستانی لوگوں کی زندگی کے مختلف حلقوں میں کس طرح کی تبدیلیاں آئیں۔ یہاں آپ جانیں گے کہ انگریزوں کے ذریعہ ہندوستان میں پہلے سے رائج تعلیمی نظام میں کیا تبدیلی پیدا کی گئی۔ تعلیم کے میدان میں ان کے ذریعہ جو بھی تبدیلیاں کی گئیں۔ اس کے پس پردہ کچھ اسباب ضرور ہوں گے۔ حکومتی نظام کے ذریعہ کئے جانے والے کسی کام کے پیچھے کچھ مقررہ مقاصد ہوتے ہیں۔ اس بات کو آپ موجودہ حکومت کے کاموں سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً آپ جہاں پڑھتے ہیں آپ کو مفت کتاب، اسکول ڈریس اور دوپہر کا کھانا ملتا ہوگا۔ سرکار کا یہ کام آپ کو خصوصاً اسکول سے جوڑے رکھنے کے لئے کیا گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح انگریزوں کے ذریعہ ہندوستان میں تعلیم کے میدان میں جو بھی نئی بات لائی گئی اس کے اسباب اور مقاصد کو آپ اس سبق میں جان پائیں گے۔

**انگریز تعلیم کو کس نظر سے دیکھتے تھے** — انگریزوں نے اپنی حکومت پہلے ساٹھ سالوں کے دوران تعلیم کے میدان میں کوئی بھی نیا کام نہیں کیا۔ ہندوستان میں جیسے لوگ پڑھتے تھے اسکول اور نصاب تعلیم میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ یہاں کے لوگوں پر اپنے ملک کے طریقہ تعلیم کو رائج کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ لیکن 1781ء میں کولکاتہ میں قائم مدرسہ اور بنارس میں قائم سنسکرت کالج اس سے مستثنیٰ تھے۔ ان دونوں اداروں کو ہندو اور مسلمانوں میں رائج قوانین اور روایات کو

ہوا۔ جس سے انگریز ہندوستانی طریقہ تعلیم میں تبدیلی کے لئے تیار ہو گئے۔

> مدرسہ — سیکھنے کا وہ مقام جہاں عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے اسے مدرسہ کہتے ہیں۔ یہ اسکول کالج کی طرح ایک ادارہ ہوسکتا ہے جہاں بچے پڑھتے ہیں۔

اصل میں اس وقت کئی ایسے انگریز افسران اور کرمچاری تھے جو ہندوستانی ادب، مذہب، فلسفہ اور ثقافت کو پوری طرح جاننا چاہتے تھے حکومت کے مقاصد کے پس پردہ ان کی اس حلقے میں دلچسپی اہم تھی۔ ان لوگوں میں ولیم جانس خاص تھے۔ اس طرح کے لوگ جب سے ہندوستان آئے تھے تبھی سے یہاں کی رائج زبانوں کو سیکھ رہے تھے۔ جن میں فارسی اور سنسکرت خاص زبانیں تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں دو زبانوں میں زیادہ تر کتابیں لکھی گئیں ہیں جس میں ہندوستان کی تہذیب و ثقافت اور روایات کی پوری جانکاری ہے۔ فارسی اور سنسکرت زبانوں کو سیکھ کر وہ انگریزی میں ترجمہ بھی کر رہے تھے۔ اسی ضمن میں کالیداس کی تخلیق ڈرامہ ابھگیان شکنتلم ہندوؤں کی مقدس کتاب گیتا، منواسمرتی، پنچ تنتر، ہتوپدیش جیسی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔ جانس صاحب نے اپنے اس کام کو منظم کرنے کے لئے کولکاتہ میں 1784 میں (Asiatic society of Bangal) ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نام کا ادارہ قائم کیا۔ اس ادارے سے وقتاً فوقتاً ایک رسالہ بھی شائع ہوتا تھا جس میں قدیم ہندوستانی روایات اور خوبیوں کی تعریف ہوتی تھی۔

تصویر۔ 1 : ولیم جونس فارسی زبان سیکھ رہے ہیں

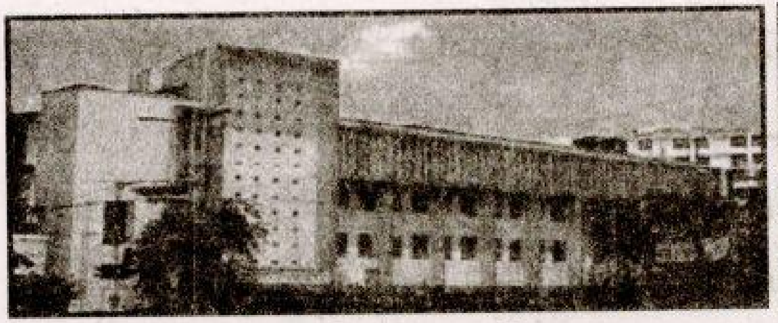

تصویر۔ 2 : ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

ولیم جانس اپنے دل میں ہندوستان کے تئیں عزت واحترام کا جذبہ رکھتے تھے۔ وہ تسلیم کرتے تھے کہ کسی زمانے میں ہندوستان اپنی شان وشوکت کے عروج پر تھا۔ اگر ہندوستان کی عظمت کو جاننا ہے تو اس زمانے میں لکھی گئی عظیم ہندوستانی

> مئی 1933ء میں کوڈی ارسونام کے اپنے نوٹ میں پیریار نے لکھا کہ عزت نفس تحریک کا صحیح راستہ ہے۔ سرمایہ داروں اور مذہبی مظالم کو ختم کرنا ہی اپنے مسائل کو سلجھانے کا ایک واحد راستہ ہے۔

ہوگئی۔ 1932ء تک گاندھی جی نے ہریجن سیوک سنگھ قائم کیا جو انہیں علاج اور تکنیک سے متعلق جانکاری اور دیگر سہولیات بہم پہنچانے کا ذریعہ بنا۔ 1934ء میں ہریجن نام سے ہفتہ واری رسالہ نکالا گیا جس میں کئی حساس موضوع جیسے ہریجنوں کا مندر میں داخلہ، تالابوں کو ہریجن کے لئے دستیاب کروانا تعلیمی اداروں میں داخلہ وغیرہ کی حمایت کی گئی۔ گاندھی جی کا یہ تعمیری قدم انسانی جذبات سے متاثر تھا اور اس سے قومی تحریک کوئی قوت اور حمایت ملی۔ گاندھی جی نے ذات پات کے نظام میں اصلاحی کوششوں کے ساتھ چھوا چھوت کی مخالفت عورتوں کی حالت میں سدھار اور ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط کرنے کے اہم ترین اپائے کئے۔

جب دوسری گول میز کانفرنس کے بعد دلتوں کے لئے الگ انتخاب کا انتظام ہوا۔ تب گاندھی جی اچھوتوں کو ہندوؤں سے الگ ماننے کی سرکاری پالیسی سے انتہائی غمگین ہوئے اور اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اس کے خلاف تا مرگ بھوک ہڑتال کیا۔ جس کے نتیجہ میں 26 ستمبر 1932ء کو بھیم راؤ امبیڈکر کے ساتھ پونہ سمجھوتہ ہوا اور گاندھی جی ہریجنوں کی ترقی میں مصروف رہے۔ گاندھی جی ذات پات کے رائج نظام کے زبردست ناقد تھے۔ گاندھی جی صرف ہندوستان کو برٹش حکومت سے آزاد کرانا ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ ہندوستان میں جس طرح کی سماجی گراوٹ آئی تھی اسے دور کرنا بھی مہاتما گاندھی کے اعلیٰ مقاصد میں شامل تھا۔۔ ان کا ماننا تھا کہ ہندوستان صحیح معنوں میں تبھی آزاد ہوگا جب وہ اپنی داخلی کمزوریوں پر قابو پالے گا۔

### باباصاحب بھیم راؤ امبیڈکر :

باباصاحب بھیم راؤ امبیڈکر نے ذاتی تفریق اور تعصب کو بہت قریب سے محسوس کیا تھا۔ ان کی زندگی کا مقصد دلتوں کے استحصال کو ختم کرنا تھا۔ وہ دلت سماج کو مساوات کا مکمل اختیار عطا کرنا چاہتے تھے نہ کہ صرف چھوت یا کسی روح کی سہولت۔ ہندوستانی ذات پات کے سماج میں دلت طبقہ کو باعزت مقام دلانا امبیڈکر کے لئے زیادہ اہم تھا۔ جاگیردارانہ غلامی

انگریزی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کریں گی۔ لیکن انگریزوں کا ایک بڑا طبقہ اس اس خیال سے متفق نہیں تھا۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ہندوستانی علوم غیر سائنسی اور غیر اطلاعات پر مبنی ہیں۔ اس لئے اس قدر پیسہ اس قدیم ہندوستانی تعلیم پر خرچ کرنا حماقت ہوگی۔ اس خیال کے خاص مفکر جیمس مل اور میکالے تھے۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ہندوستانیوں کو عملی زندگی کی تعلیم دینی چاہئے۔ انہیں یہ بتانا ضروری ہے کہ انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک کس طرح سائنسی اور تکنیکی کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

اس اختلاف میں ایک خاص بات یہ ابھر کر آئی کہ اس دور کے چند بیدار مغز ہندوستانی جن میں راجارام موہن رائے خاص تھے۔ انہوں نے بھی انگلینڈ میں رائج شدہ تعلیم کو ہی ہندوستان میں رائج کرنے کی وکالت کی۔ ان ہندوستانیوں کو یقین تھا کہ ہندوستان کی ترقی اسی تعلیم کے ذریعہ ممکن ہے۔ راجارام موہن رائے لگاتار اس خیال کی تبلیغ کرتے رہے۔ میکالے نے اپنے دعویٰ میں سائنسی اور تکنیکی تعلیم کے فوائد کی پرزور وکالت کی۔ اس تعلیم کے لئے انگریزی زبان کی اہمیت کو خصوصی طور پر واضح کیا۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزی زبان پڑھنے سے ہندوستانیوں کو دنیا کی بہترین جانکاری مل سکے گی۔

میکالے کے خیال کو ہی آخر کار انگریزی حکومت نے تسلیم کیا۔ 1835ء میں اسی کی بنیاد پر ایک قانون پاس کیا گیا۔ اسے ہی جدید تعلیم قانون کا نام دیا گیا۔ اس قانون میں یہ انتظام کیا گیا کہ انگریزی اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہوگی اور ہندوستانی زبانوں اور ان میں دی جانے والی تعلیم کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی۔ اسکولی سطح کی تعلیم کی شکل کو پہلے والی شکل میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ پھر بھی اسکول کی درسی کتابیں بھی انگریزی میں چھاپی جانے لگیں۔ اس طرح ہندوستان میں پہلی بار لوگوں کے لئے ایک نئے تعلیمی نظام کی ابتداء ہوئی۔

تصویر۔ 3 : میکالے اور اس کا اسٹڈی روم

کے اختیار کے لئے تحریک شروع کی گئی۔ بعد میں 1920ء کے عشرے میں یہ تنظیم مادھون کی قیادت میں گاندھی وادی قومیت سے متاثر ہوئی۔ 1930 تک اس تنظیم پر سامراجی اثرات حاوی ہونے لگے۔ جس سے یہ ایسے انقلابی طبقہ کی شکل میں ابھرے جو ایشور کے نہیں ہونے پر یقین رکھتے تھے۔ کریل میں بسے قدیم آندھر دلت بھی اس تنظیم سے متاثر ہوئے اور اپنی فلاح و بہبود کے لئے خود آگے بڑھنے لگے۔ اس طرح جنوبی ہند کی سماجی اصلاح تحریک نے سماج کے پسماندہ طبقے کو ملک کے خاص دھارا سے جوڑنے کی کامیاب کوشش کی۔

تصویر۔ 4 : پیری یار

## ای وی راماسوامی نائیکر (پیریار) (1879ء۔1973ء) :

بیسویں صدی کی ابتداء میں غیر برہمن تحریکیں آگے بڑھیں یہ کوشش ان غیر برہمن ذاتوں کی تھی جنھیں تعلیم دولت اور اثرات حاصل ہو چکے تھے۔ سماجی انصاف کا مطالبہ کرتے ہوئے ان کے ذریعہ حکومت پر برہموں کے دعوے کو چیلنج کیا گیا اور غیر برہمن جماعتوں کے لئے ثقافتی اور سماجی فروغ کی تدبیریں کی گئیں۔

ای وی راماسوامی نائیکر (پیریار) نے ذات پات کے نظام کی تنقید کی۔ انہوں نے انسانیت کی بنیادی مساوات اور عزت پر زور دیا۔ پیریار جو خود ایک سنیاسی تھے۔ وہ ہندو ویدا اور پرانوں کے کٹر ناقد تھے۔ وہ خصوصاً بھگوت گیتا، رامائن اور منو کے ذریعہ تخلیق کردہ قانون کے مخالف تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ برہموں نے ادنیٰ ذاتوں پر اپنی حکومت اور عورتوں پر مردوں کا غلبہ قائم کرنے کے لئے ان کتابوں کا سہارا لیا ہے۔

1924ء کے ایک چھوٹے سے واقعہ اور ان کے ذاتی تجربہ نے انہیں کانگریس پارٹی سے الگ کر دیا۔ اگرچہ عدم تعاون تحریک میں انہوں نے سرگرم حصہ لیا تھا جب کانگریس کے ذریعہ منعقدہ ایک دعوت میں ادنیٰ ذات کے لوگوں کو الگ بٹھایا

**مقامی درسگاہوں کا کیا ہوا :** کیا آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ انگریزوں سے پہلے یہاں بچوں کو کس طرح پڑھایا جاتا تھا؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اس وقت بچے اسکول جاتے بھی تھے یا نہیں؟ اور اگر اسکول تھے تو برٹش حکومت کی سرپرستی میں ان کا کیا ہوا؟

**ولیم ایڈم کی رپورٹ :** 1830ء کے عشرے میں اسکاٹ لینڈ سے آئے عیسائی مبلغ ولیم ایڈم نے بنگال اور بہار کے ضلعوں کا دورہ کیا۔ کمپنی نے انہیں دیسی اسکولوں میں تعلیم کی ترقی پر رپورٹ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ ایڈم کی رپورٹ دلچسپ تھی۔

ایڈم نے پایا کہ بنگال اور بہار میں ایک لاکھ سے زیادہ درسگاہیں تھیں۔ یہ بہت چھوٹے چھوٹے مرکز تھے جن میں عام طور پر 20 سے زیادہ طلبہ نہیں تھے۔ پھر بھی ان درسگاہوں میں پڑھنے والے بچوں کی کل تعداد کافی بڑی یعنی بیس لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ یہ درسگاہیں خوشحال لوگوں یا مقامی فرقوں کے ذریعہ چلائی جارہی تھیں کئی درسگاہیں خود استاد کے ذریعہ ہی شروع کی گئی تھیں۔

تعلیم کا طریقہ کافی لچکدار تھا۔ آج آپ جن چیزوں کی اسکولوں سے امید کرتے ہیں ان میں سے کچھ چیزیں اس وقت کی درسگاہوں میں بھی موجود تھیں۔ بچوں کی فیس متعین نہیں تھی۔ چھپی ہوئی کتابیں نہیں ہوتی تھیں۔ درسگاہ کی عمارت الگ سے نہیں بنائی جاتی تھی۔ بنچ اور کرسیاں نہیں ہوتی تھیں۔ بلیک بورڈ نہیں ہوتے تھے۔ الگ سے کلاس لینے اور بچوں کی حاضری لینے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ سالانہ امتحان اور مقررہ نظام الاوقات کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ کچھ درسگاہیں برگد کے سائے میں چلتی تھیں تو کوئی گاؤں کی کسی دکان یا مندر کے کونے میں یا استاد کے گھر پر ہی بچوں کو پڑھایا جاتا تھا۔ بچوں کی فیس ان کے ماں باپ کی آمدنی سے طے ہوتی تھی۔ امیروں کو زیادہ اور غریبوں کو کم فیس دینی پڑتی تھی۔ تعلیم زبانی ہوتی تھی اور کیا پڑھانا ہے یہ بات طالب علموں کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے استاد ہی طے کرتے تھے۔ طالب علموں کو الگ درجوں میں نہیں بٹھایا جاتا تھا۔ سبھی بچے ایک جگہ ایک ساتھ بیٹھتے تھے۔ الگ الگ سطح کے طالب علموں کے ساتھ استاد الگ سے بات کر لیتے تھے۔

## ویریشیلنگم (1848-1919) :

جنوبی ہند میں سماجی تفریق کو لے کر محروم طبقات کے ذریعہ کئی تحریکیں چلائی گئیں۔ تاکہ سماجی نابرابری کی حالت کو ختم کیا جا سکے۔ ایسی تحریکوں میں ویریشیلنگم کا اہم رول رہا۔ ان کا پورا نام کونڈوکڑی ویریشیلنگم تھا۔ کولکاتہ اور ممبئی جیسے بڑے شہروں میں چلائی گئی اصلاحی تحریک میں کئی اعلیٰ خاندان کے لوگوں کا رول رہا۔ ویریشیلنگم کی پیدائش ایک غریب خاندان میں ہوئی تھی۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اسکول کے معلم کے طور پر کام کرتے گذرا۔ انہوں نے تیلگو زبان میں کئی مضامین لکھے۔ اسی لئے انہیں جدید تیلگو کے نثری ادب کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔ جنوبی ہند میں بھی عورتوں کی حالت تشویش ناک تھی۔ اس لئے انہوں نے خواتین کی فلاح و بہبود کے تئیں بیداری پیدا کی۔ نکاح بیوگان خواتین کی تعلیم اور خواتین کی آزادی جیسے سماجی مسائل اور اس طرح کے موضوعات کے تئیں ان کا جوش وخروش آندھرا پردیش کے سماجی مصلحین کی اگلی نسل کے لئے مہمیز بنا۔

> **کاشتکار کی چابک** — عظیم محب وطن بنے گھوم رہے ہیں۔ ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ اونچ نیچ کی لڑائی بند کر کے متحد نہیں ہوں گے تو ملک ترقی نہیں کرے گا.... یہ اتحاد صرف ان کے وعدے میں ہے۔ کیونکہ پھر اس کے بعد دوبارہ یہی حالت پیدا ہو جائے گی۔ میں یہاں اور تم وہاں۔
>
> ست کار یا چا آسدا

اس وقت کے مدراس پریسی ڈینسی علاقے میں سماجی اصلاح کی کوششوں کی لہر کو کئی طریقے سے ذات پات کی تنظیموں اور ذات پات کی تحریکوں نے ایک خاص شکل دے دی۔ صدی کے ختم ہونے تک کئی ذات پات کی تنظیمیں اصلاحی تحریکوں میں اہم رول ادا کرنے لگیں۔ ان کے ذریعہ چلائی گئی تحریک کا اثر تمل ناڈو کے گنڈر ذات کی تنظیم 'کونگو بیلالا سنگم' میسور کے وکلیکا اور لنگایت تنظیموں، کیرل کے اراوا ذات کے ایس این ڈی پی یوگم وغیرہ اس کی خاص مثالیں ہیں۔ (جس کا تذکرہ ہم آگے کریں گے) ذات پات کی تحریکوں کے لیڈران نے ایک مخصوص ذات کے ممبروں کی عام وراثت پر زور دیا اور سماجی طور طریقوں میں تبدیلی لانے کی کوشش کی۔

ویریشیلنگم کے ذریعہ چلائی گئی تحریک کئی معنوں میں سبق آموز اور سبق آمیز تھی۔ جس نے جنوبی ہند میں ایسی دوسری اہم

کریں اور پابندی سے درجے میں آئیں مقررہ جگہ پر بیٹھیں اور ادب کا خیال رکھیں۔

نئے اصولوں پر چلنے والے درسگاہوں کو سرکار کی طرف سے مالی مدد ہونے لگی۔ جو درسگاہیں نئے نظام کے تحت کام کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ انہیں کوئی سرکاری مدد نہیں دی جاتی تھی۔ جن استادوں نے سرکاری ہدایات پر عمل کرنے کی بجائے اپنی آزادی کو باقی رکھا وہ سرکاری امداد یافتہ درسگاہوں کے مقابلے میں رفتہ رفتہ کمزور ہونے لگے۔

ان نئے قانون اور نظام الاوقات کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ پہلے والے نظام میں غریب کسانوں کے بچے بھی درسگاہوں میں جاسکتے تھے۔ کیوں کہ ان درسگاہوں کے نظام الاوقات میں کافی گنجائش ہوتی تھی۔ نئے نظام کے ادب کا تقاضا تھا کہ بچے پابندی سے اسکول آئیں اب کٹائی کے موسم میں بھی بچوں کا اسکول آنا ضروری تھا۔ جب اس وقت غریب گھروں میں کام کرنے جایا کرتے تھے اگر کوئی بچہ اسکول نہیں آتا تھا تو اسے بے ادب مانا جاتا تھا یعنی بچہ پڑھنا لکھنا نہیں چاہتا تھا۔

**قومی تعلیم کے کاموں کی فہرست** : صرف انگریز افسران ہی ہندوستان میں تعلیم کے بارے میں نہیں سوچ رہے تھے۔ انیسویں صدی کی ابتدا سے ہی ہندوستان کے مختلف حصوں کے بہت سارے مفکر تعلیم کے وسیع تر تبلیغ کی ضرورت پر زور دینے لگے تھے۔ یورپ میں ہو رہی تبدیلیوں سے متاثر کچھ ہندوستانیوں کا ماننا تھا کہ مغربی تعلیم ہندوستان میں جدیدیت پیدا کرسکتی تھی۔ انہوں نے انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ وہ نئے اسکول کالج اور یونی ورسٹی کھولیں اور تعلیم پر زیادہ پیسہ خرچ کریں۔

**انگریزی تعلیم نے ہمیں غلام بنادیا ہے:** مہاتما گاندی کا کہنا تھا کہ غلام ملک کی تعلیم نے ہندوستانیوں کے ذہن میں احساس کمتری پیدا کردیا ہے۔ اس کے اثر میں آکر یہاں کے لوگ مغربی تہذیب کو برتر ماننے لگے اور اپنی ثقافت کے تئیں ان کا فخریہ جذبہ ختم ہونے لگا۔ مہاتما گاندھی نے کہا کہ اس تعلیم میں زہر بھرا ہے اس میں خامیاں ہیں۔ اس نے ہندوستانیوں کو غلام بنادیا ہے۔ اس نے لوگوں پر برے اثرات ڈالے ہیں۔ ان کے مطابق مغرب سے متاثر مغرب سے آنے والی ہر چیز کی تعریف کرنے والے ان اداروں میں پڑھنے والے ہندوستانی برٹش حکومت کو پسند کرنے لگے تھے۔ مہاتما گاندھی ایک ایسی تعلیم کے حامی تھے جو ہندوستانیوں کے اندر عزت اور فخر کا جذبہ بیدار کرے۔ قومی تحریک کے دوران انہوں نے طالب علموں کو

گئی اور ان کے ذریعہ سماجی مساوات اور انصاف کے مطالبے کے لئے تحریک شروع کر دی گئی۔ اس نئی بیداری کو غیر برہمن ذات کی جماعتوں نے پیش کیا جو خاص طور سے اپنی غربت کی حالت میں اصلاح لانا چاہتے تھے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں یہ ذاتیں بہت ساری پریشانیوں سے چھٹکارا پانے کے لئے آوازیں اٹھانے لگی تھیں اس مرحلہ میں نچلی ذات کی تحریکوں میں ان کی ذاتی شناخت اتحاد کی بنیاد بن گئی۔ ان تحریکوں میں ابتدائی نام مہاتما جیوتی راؤ پھولے کا آتا ہے۔

### مہاتما جیوتی راؤ پھولے (1824-1890) :

جیوتی راؤ پھولے ذاتی نظام کو انسانی مساوات کے خلاف سمجھتے تھے۔ انہوں نے ذاتی نظام کو پوری طرح سے رد کر دیا۔ اچھوت طبقہ کے خلاف برہمنوں کے غیر انسانی سلوک اور انہیں عام انسانی اختیار سے محروم رکھنے کی حالت نے پھولے کو ذات پات کے نظام کا کٹر مخالف بنا دیا۔

اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے پھولے نے اخبار، رسائل اور کتابوں کی اشاعت اور تقریر و تحریر کو ذریعہ بنایا۔ انہوں نے مراٹھی زبان کو استعمال کیا۔ تاکہ عام لوگوں کی زبان کے ذریعہ ان کے خیالات عوام الناس تک آسانی سے پہنچ سکیں۔ انہوں نے آریہ ویدک روایات کی مخالفت کے لئے 'دین بندھو' نام کا مراٹھی رسالہ نکالا۔ 1873ء میں غلامی کے نام سے نکالی گئی اپنی کتاب میں پھولے نے برہمن حکمرانوں کے ماتحت شدروں کی غلامی کی وجوہات کی تشریح کی اور اس کا موازنہ امریکی نیگرو (حبشی غلام) سے کیا۔ انہوں نے ہندوستان میں نچلی ذاتوں اور امریکہ کے حبشی غلاموں کی بدحالی کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا اور اس طرح قبائل اور ذاتوں پر مبنی استحصال کی عالمی شکل کو بھی اجاگر کیا۔ پھولے نے ذات پات کے نظام کی تنقید کو تمام طرح کی نابرابری سے جوڑا۔ نابرابری کے خلاف لوگوں کو بیدار کرنا ہی ان کی

تصویر۔ 2 : جیوتی راؤ پھولے

## صرف لکھنا پڑھنا ہی تعلیم نہیں :

مہاتما گاندھی نے لکھا تھا : تعلیم سے میرا مطلب اس بات سے ہے کہ بچہ اور انسان کے جسم، ذہن اور جذبات کی برتری کو سامنے لایا جائے۔ صرف پڑھنا لکھنا نہ تو تعلیم کی انتہا ہے اور نہ ہی اس کی ابتدا۔ یہ تو صرف ایک ذریعہ ہے جس کی مدد سے عورتوں اور مردوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے۔ لکھنا پڑھنا اپنے آپ میں تعلیم نہیں ہے۔ لہذا میں بچوں کو تعلیم یافتہ بناتے ہوئے سب سے پہلے انہیں کوئی دستکاری سکھاؤں گا اور انہیں شروع میں ہی کچھ تخلیق کرنے کے لئے تیار کروں گا۔ میرا ماننا ہے کہ دماغ اور روح کا بہترین فروغ اس طرح کی تعلیم میں ہی ممکن ہے۔ ہر ایک دستکاری آج کی طرح صرف مشینی ڈھنگ سے ہی نہیں بلکہ سائنسی طریقے سے بھی سکھائی جانی چاہئے۔ یعنی بچے کو ہر ایک عمل کے کیوں اور کس لئے کا پتہ ہونا چاہئے۔

**ٹیگور کا شانتی نیکیتن** : آپ میں سے بہت سارے دوستوں نے شانتی نکیتن کے بارے میں سنا ہوگا کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کو کس نے اور کیوں قائم کیا تھا؟

رابندر ناتھ ٹیگور نے یہ ادارہ 1901ء میں شروع کیا تھا۔ ٹیگور جب بچے تھے تو اسکول جانے سے بہت چڑھتے تھے۔ وہاں ان کا دم گھٹتا تھا۔ انہیں اسکول کا ماحول ظالمانہ لگتا تھا۔ ٹیگور کو ایسا لگتا تھا گویا اسکول کوئی جیل ہو۔ کیونکہ جہاں بچے اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر پاتے تھے۔ جب دوسرے بچے استاد کو سن رہے ہوتے تھے تو ٹیگور کا دماغ کہیں اور بھٹک رہا ہوتا تھا۔

کولکاتہ کے اپنے اسکولی زندگی کے تجربات نے تعلیم کے بارے میں ٹیگور کے خیالات کو کافی متاثر کیا۔ جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے ایک ایسا اسکول کھولنے کے بارے میں سوچا جہاں بچے خوش رہ سکیں، جہاں وہ آزادانہ طور پر تخلیقی کام

جدید دور میں کئی وجوہات سے خاص کر تعلیم کی ترقی اور پرانے خیالات کو نئے ڈھنگ سے پرکھنے کی وجہ سے ذات پات کا نظام اور اس پر مبنی تفریق، استحصال اور نفرت کو دور کرنے یا اس میں اصلاح لانے کی تدابیر شروع ہوئیں۔

تصویر۔ 1 : چمڑے کے جوتے بناتے لوگ

**پسماندہ گروہوں پر غلبہ کی کچھ تلخ مثالیں :**

بنگال کے چنڈال، بہار کے ڈوم، جنوبی بہار کے بھوئیاں، مہاراشٹر کے کہار اور شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں چمار ذات کے ساتھ سخت تفریق کی پالیسی اپنائی گئی۔ چمڑے کا کام کرنے والے لوگوں کو روایتی طور سے حقیر نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

انیسویں صدی میں ملک کے کئی حصوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے اور شہروں میں رہنے والے کچھ لوگوں کے ذریعہ اس نظام کی کمزوریوں کو سامنے لانے اور ایک نئی بیداری جگانے کی تدبیریں کی گئیں۔ اسی صدی میں ایسی کئی تحریکیں بھی سامنے آئیں جو سماج میں اصلاح کرنا چاہتی تھیں۔ ذات پات کے نظام کی تنقید شروع ہوئی جو سماج میں غیر مساواتی تقسیم کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔

ان سماجی برائیوں کو دور کرنے کے لئے ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ نے اصلاح لانے کی ابتدا کی تاکہ سماج کے تمام طبقوں کی ترقی اور ان کے بیچ مساوات کا جذبہ فروغ پائے۔ اس کوشش میں کئی سماجی مصلح بھی شامل تھے۔ یہ ایک طرف غیر ملکی سرکار سے آزادی کی لڑائی لڑ رہے تھے تو دوسری طرف سماج میں ناانصافی اور نامناسب روایات کا بھی خاتمہ چاہتے تھے۔

چونکہ مذہب اور سماجی اصلاح کی تحریک سے ایک ترقی پذیر سماج بنانے کا مقصد تھا اس لئے ذات پات کی تفریق کو دور کرنے کو خاص اہمیت دی گئی۔ ان سماجی مصلحین میں کئی ایسے لوگ تھے جو ذات پات کی نابرابری کے بھی مخالف تھے۔ ان

کے میدان میں انگریزوں کے ذریعہ کی گئی ساری کوششیں سب سے پہلے بنگال میں ہوئیں۔ بہار 1911ء تک بنگال کا ہی ایک حصہ تھا۔ اس لئے وہاں جو کچھ بھی ہورہا تھا بہار اس سے الگ نہیں رہا۔ 1835ء میں شروع ہوئی نئی تعلیمی پالیسی کے بعد سے بہار میں بھی جدید تعلیم کا خاکہ فروغ پانے لگا۔ سرکاری اور ذاتی کوششوں سے کئی اسکول شروع ہوئے جہاں جدید تعلیم نافذ کیا گیا۔ سرکاری کوششوں سے سب سے پہلے 1835ء میں ہی پٹنہ میں پٹنہ کالجیٹ، ہائی اسکول قائم کیا گیا۔ یہ بہار کا پہلا جدید اسکول تھا۔ اسی کڑی میں 1836ء میں آرا میں ہائی اسکول قائم ہوا۔ 1837ء میں بھاگلپور اور 1839 میں چھپرہ۔ 1845ء میں گیا اور مظفر پور میں سرکار کے ذریعہ ہائی اسکول قائم کئے گئے۔ اب ایسے تمام اسکولوں کو ضلع اسکول کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ذاتی کوششوں کے تحت بڑے زمیندار اور تاجروں کے ذریعہ بھی سرکاری اجازت سے جدید اسکول قائم کئے گئے جیسے گیا میں واقع ٹکاری میں وہاں کے زمین دار کے ذریعہ قائم ٹیکاری راج اسکول، یا دربھنگہ میں وہاں کے راجا کے ذریعہ قائم دربھنگہ راج اسکول اور پٹنہ میں ہی کلھڑیا کے زمین دار کے ذریعہ شروع کیا گیا بہار نیشنل ہائی اسکول جو بعد میں بہار نیشنل کالج (B.N. College) بنا۔ یہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بنگالیوں کے ذریعہ بھی بہار میں اسکولی تعلیم کو بڑھاوا ملا۔ 1867ء میں پٹنہ میں بانکی پور گرلس اسکول (لڑکیوں کا پہلا اسکول) قائم ہوا۔ 1868ء میں بھاگلپور میں قائم شدہ موکچھد اگرلس اسکول یا پھر 1884ء میں مظفر پور میں قائم کھرجی سیمنری اسکول وغیرہ۔ سرسید کی تحریک سے متاثر ہوکر پٹنہ کے مولوی محمد حسن نے 1884ء میں محمڈن اینگلو عربک اسکول قائم کیا۔ ان تمام اسکولوں کا جدید تعلیم کی توسیع میں بڑا اہم رول رہا ہے۔ کچھ اسکول انگریزوں کی ذاتی کوشش سے بھی شروع ہوا۔ جیسے 1880ء میں دربھنگہ میں نارتھ بروک ہائی اسکول آج کا ضلع اسکول اور 1901ء میں سمستی پور میں واٹسن ہائی اسکول اسی درجہ میں آئے گا۔

جہاں تک اعلیٰ تعلیم سے متعلق اداروں جیسے کالج اور یونی ورسٹی کی بات ہے تو یہاں بھی کچھ کالج سرکاری کوشش سے کھولے گئے۔ جیسے 1863ء میں پٹنہ میں قائم پٹنہ کالج پٹنہ (بہار کا قدیم ترین کالج)، تو 1878ء میں تیج نارائن جبلی کالج بھاگلپور، 1869ء میں بہار نیشنل کالج پٹنہ اور 1898ء میں قائم ڈائمنڈ جبلی کالج مونگیر، زمینداروں اور تاجروں کی سرپرستی میں

## آیئے غور کریں :

(i) ہندوستان کے بارے میں ولیم جانس کے خیالات کیسے تھے؟ مختصر میں بتایئے۔

(ii) تھامس میکالے ہندوستان میں کس طرح کی تعلیم شروع کرنا چاہتے تھے؟ اس کے بارے میں ان کے کیا خیالات تھے؟

(iii) ہندوستان میں انگریزی تعلیم کا مقصد کیا تھا؟ اس کی شکل کیسی تھی؟

(iv) تعلیم کے بارے میں مہاتما گاندھی اور رابندرناتھ ٹیگور کے خیالات کو بتائیں

(v) انگریز دانشوروں کے بیچ تعلیمی پالیسی کے بارے میں کس طرح کے اختلاف تھے۔ اس کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟ بتایئے۔

## آیئے کر کے دیکھیں :

(i) اپنے گھر یا پڑوس کے بزرگوں سے معلوم کریں کہ اسکول میں انہوں نے کون کون سی چیزیں پڑھی تھیں؟ ابھی آپ اس میں کیا تبدیلی دیکھتے ہیں؟

(ii) انگریزی حکومت کے دوران بہار میں جدید تعلیم کے فروغ کے لئے جو کوششیں کی گئیں، اس کے بارے میں درجہ میں استاد کی مدد سے مذاکرہ کریں۔

حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی تھیں ۔1915ء میں اسے برٹش سرکار نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔1950ء میں لنکٹ سنگھ کی خدمات کی وجہ سے کالج انہیں کے نام معنون کر دیا گیا۔

ان تمام تعلیمی کوششوں کے باوجود1835ء سے1859ءتک ہندوستانی لوگوں کے ذریعہ جدید تعلیم کے تئیں اتنی کشش دیکھنے کو نہیں ملتی خاص کر بہار میں۔ پھر بھی انگریزوں نے ہندوستان میں ایک ایسے تعلیمی نظام کی بنیاد ضرور ڈالی جس نے ہندوستان کو جدید ملک کی شکل میں تبدیل کرنے میں موثر رول ادا کیا۔موجودہ ہندوستان کے تعلیمی ڈھانچہ کا پس منظر انگریزوں کی قائم کردہ جدید تعلیم ہی رہی۔اس تعلیم سے اس عہد کے ہندوستانی سماج میں کیا تبدیلیاں آئیں اس کے بارے میں آپ آگے پڑھیں گے۔

## مشق

### آیئے پھر سے یاد کریں :

1. صحیح متبادل کو چنئے :

(i) ولیم جانس ہندوستانی تاریخ، فلسفہ اور قانون کے مطالعہ کو کیوں ضروری سمجھتے تھے؟

(الف) قدیم ہندوستانی کتابوں کے ترجمہ (انگریزی میں) کے لئے

(ب) ہندوستان میں بہتر انگریزی حکومت قائم کرنے کے لئے

(ج) اپنے ہندوستان سے محبت کی وجہ سے

(د) ہندوستانی علم وسائنس کو فروغ دینے کے لئے